P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۲ ۱ | ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۵۳ء | ایڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار | ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۲ ہجری | نمبر ۶

کچھ اپنی باتیں

اشارے

چند ضروری اشارات ہماری زبان کی اشاعتوں میں اس غرض سے پیش کئے جائینگے کہ ہمارے پڑھنے والے ان مسایل پر سوچیں ور انکے متعلق ضروری لٹریچر کا مطالعہ کریں۔

---

(۱) زبان کا کوی مذہب نہیں ہوتا

جس طرح قومیت کی بنیاد مذہب نہیں ہے اسی طرح کوی زبان بھی کسی خاص قومیت سے وابستہ نہیں ہوتی۔ پہلے اسی بات پر غور کر لیجئے کہ قومیت کی بنیاد مذہب نہیں ہوتا اس لئے کہ مختلف مذہبی عقاید کے لوگ باہم ملکر ایک قوم بنا سکتے ہیں۔ مثلاً عربوں کا مذہب اسلام ہے لیکن انکی قومیت ہر ملک میں الگ الگ ہے، مصری ہیں، شامی ہیں، عراقی ہیں، یہہ سب ایک ہی مذہب کی جداگانہ قومیں ہیں پھر اسی کے ساتھہ مصر میں، شام میں، عراق میں مختلف مذہبی عقاید رکھنے والے لوگ آباد ہیں، قبطی ہیں عیسای ہیں، یہودی ہیں، لیکن مصر کا عیسای مصری ہے، شام کا یہودی شامی ہے، عراق کا شیعہ عراقی ہے۔ انگلستان میں کتھولک بھی ہیں اور پروٹسٹنٹ بھی، لیکن سب کا شمار برطانوی قوم میں کیا جاتا ہے، فرانسیسی علاقوں میں عرب مسلمان بھی اباد ہیں لیکن انکی قومیت فرانسیسی ہے، جاپان میں بدھ مت کے لوگ بھی ہیں اور شنتو مذہب کے پیرو بھی، مگر وہ سب جاپانی ہیں، چین میں مسلمان بھی ہیں، اور بدھ مت کے لوگ بھی ہیں مگر وہ سب چینی ہیں۔ روس میں کئی مذہب ہیں لیکن ہر ایک مذہب والے کی مشترک قومیت روسی ہے۔ ہندستان میں ہندو، مسلمان، عیسای، پارسی، سکھہ سب ہی ہیں لیکن وہ سب ہندستانی ہیں۔ قومیت مقامی تمدن اور گردو پیش کے حالات سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ مذہبی عقاید سے۔ یہہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ لہذا ایک ملک میں مذہب تو مختلف ہوسکتے ہیں، لیکن قوم ایک ہی ہوسکتی ہے، عقاید اور مذہبی رسم و رواج کا اختلاف جب تک کہ وہ قومی وحدت کو نقصان نہ پہنچاے

بالکل جائز ہے۔ بلکہ بقول پنڈت جواہر لال نہرو یہہ اختلاف بجائے خود قومی اتحاد کا باعث ہوتا ہے اور مختلف رنگوں کا اختلاف مشترکہ تہذیب کا ایک گلدستہ بن جاتا ہے۔ اب سوال یہہ ہے کہ قومی زبان کسکو کہتے ہیں۔ آجکل ہمارے ملک میں قومی اور سرکاری زبان ہی کو قومی بھی سمجھا جا رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہہ ہے کہ قومی زبان دراصل کسی فرقہ یا گروہ کی مادری زبان ہے اور سرکاری زبان ملک کی دفتری زبان ہے۔ یہہ دونوں الگ الگ باقی رہ سکتی ہیں اور ترقی کرسکتی ہیں۔ مثلاً سوئیزرلینڈ کو لیجئے اسمیں سویس زبان کے علاوہ مختلف مادری زبانیں رائج ہیں، یعنی فرانسیسی جرمن اور اطالوی۔ وہاں یہہ چاروں زبانیں مادری زبانیں مانی جاتی ہیں، ہر زبان ایک ایک فرقے کی مادری زبان ہے لیکن دفتری زبان سویس ہے۔ ہر فرقہ اپنی مادری زبان کو استعمال کرتا ہے لیکن دفتری زبان کو بھی پوری طرح سیکھتا ہے دفتری زبان دوسری زبانوں پر مسلط ہونے کی یا انہیں انکی جگہہ سے ہٹانے کی کوشش نہیں کرتی۔ یہی حال روس میں ہے یہی حال امریکہ میں ہے۔ خود امریکہ اور انگلستان کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ زبان قومی وحدت کی بنیاد نہیں ہوتی۔ انگلستان اور امریکہ دونوں کی زبان انگریزی ہے لیکن دونوں کی دو جداگانہ قومیں ہیں۔

ہندستان میں انگریزوں اور انگریزی زبان نے سب سے زیادہ زبردستی یہہ کی کہ اس ملک کی علاقائی زبانوں پر سرکاری زبان کو مسلط کر دیا اور نئی نسلوں میں تعلیم کے ذریعہ سے ایسی ذہنیت پیدا کر دی گئی کہ خود مختلف فرقے اپنی اپنی مادری زبان کو انگریزی کے مقابلہ میں حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ یہہ بھی ایک سبب اس بغاوت کا تھا جس نے بالآخر انگریزی راج کی بنیاد ہلادی۔ دنیا کی دوسری بڑی زبانوں کی تاریخ میں بھی اکثر ایسا ہوا ہے کہ سرکاری زبان نے مقامی زبانوں کو دبایا ہے اور بالآخر اس جبر کے خلاف سخت بغاوت ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی قدیم تاریخ میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں اب اگر ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھہ لیں کہ دفتری زبان اور قومی یعنی مادری زبان میں کیا فرق ہے تو اس بات کی شہادت تاریخ دیگی کہ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور نہ قومیت کا انحصار مذہب پر ہوسکتا ہے۔

گذشتہ چند سال میں جب ہمارے ملک میں دو قومی نظریہ بروئے کار لایا گیا تو خود اردو زبان کے آن حامیوں نے جو ۱۹۴۶ ع تک تو اس بات پر زور دیتے تھے کہ اردو زبان ایک مشترکہ زبان ہے اور مختلف فرقوں کے میل جول سے پیدا ہوئی ہے ۱۹۴۶ ع میں دفعتاً ایک پلٹا کھایا اور ۱۹۴۷ ع کے بعد تو وہ یہہ دعوے کرنے لگے کہ اردو زبان دو قومی نظریہ کا ایک ضروری جزو ہے حتی کہ اس کا پاکستان کے بنانے میں بہت بڑا حصہ ہے اگر ہم اس بحث کو دیکھیں جو مشرقی اور مغربی پاکستان میں زبان کے متعلق بڑے زور شور سے جاری ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا ڈانڈا دو قومی نظریہ سے ملانے کی جو کوشش وہاں کی جارہی ہے اسکی مخالف بھی ایک بڑی جماعت مشرقی اور مغربی پاکستان میں موجود ہے۔ خود ہمارے سامنے ایسی ناقابل انکار شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی لوگ جو چند سال پہلے اس صحیح دعوے کو پیش کرتے تھے کہ اردو زبان ایک مشترکہ قومی زبان ہے آج یہہ غلط دعوے پیش کر رہے ہیں کہ اردو زبان کا تعلق ایک ایسی اسلامی اور مذہبی ریاست سے ہے جو دو قومی نظریے کی بنا پر قایم ہوئی ہے۔ یہہ حضرات اپنی اس قلابازی سے پاکستان میں تو اردو کو کچھہ زیادہ فائدہ نہ پہنچا سکے لیکن ہندستان میں اردو کے فرقہ پرست مخالفوں

کی غلط اندیشی کو تقویت پہنچادی۔ اب یہہ احباب پاکستان میں آردو کی کس مپرسی کا جس طرح ماتم کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی صحیح تاریخ سے انکار کرکے بھی وہ اپنی تحریک کو زیادہ تقویت نہیں پہنچا سکے لیکن خواہ ہندستان میں آردو کی تحریک کو انہوں نے نقصان پہنچادیا حالانکہ اگر وہ دفتری اور مادری زبان کے قدرتی فرق کو سمجھہ لیتے اور پاکستان میں بھی علاقائی زبانوں کے حقوق کو تسلیم کرتے تو وہ نہ صرف وہاں آردو کو ایک سرکاری زبان کی حیثیت سے فائدہ پہنچاتے بلکہ ہندستان میں آردو کے مقدمہ کو بھی کمزور نہ کردیتے!

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نہ صرف یہہ کہ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ اسکی کوئی مخصوص سیاست بھی نہ ہونی چاہئے۔ آج ہندستان میں آردو زبان کا مسئلہ فرقہ واری سیاست کے الجھاوے میں الجھایا جارہا ہے اور دوسری طرف پاکستان میں آسے اسلامی زبان بناکر ایک فتنہ کھڑا کیا جارہا ہے جو دونوں جگہہ خود آردو ہی کو نقصان پہنچارہا ہے۔ ہمارے سامنے آردو کے مخالفین ہندی کو ملکی وحدت کی بنیاد بناکر لارہے ہیں، حالانکہ ملک کی وحدت کے لئے مادری اور علاقائی زبانوں پر انپا ایک دفتری زبان کا مسلط ہونا بالکل ضروری نہیں ہے۔ یہہ ہم اپندہ اشاعت میں بتالینگے۔ اس وقت تو ہمارے پڑھنے والے ان چند مندرجہ بالا اشاروں پر غور کریں۔

فضول!

ہندی ساہتیہ سمیلن کے اجلاس میں جو پھلجڑیاں چھوڑی گئیں آن پر بحث کرنا یا انکا جواب دینا بالکل فضول ہے۔ جو لوگ سمجھنے اور سننے کے لئے تیار ہی نہ ہوں اور صرف الزام لگانا اور بدنام کرنا ہی چاہتے ہوں ان کو سمجھانا اور بتانا اپنا عزیز وقت ضایع کرنا ہے۔

اس اجلاس میں جس کو گورنر کی شرکت کا بھی اعزاز حاصل ہوا، وہی سب باتیں کہی گئیں جو ہزار دفعہ کہی جاچکی ہیں اور جنکا جواب بھی بارہا دیا جاچکا ہے۔

ہم صرف ایک بات کہدینا چاہتے ہیں۔ یہہ شکایت کی گئی کہ سمیلن میں بہت کم مسلمان شریک ہوئے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ انجمن ترقی آردو کا مرکزی دفتر بھی علی گڈھ میں موجود تھا اور انجمن آردو زبان کا سب سے بڑا مرکزی ادارہ ہے لیکن کیا اسکو سمیلن کا کوئی دعوت نامہ بھیجا گیا؟ کیا یہاں کے آردو کے اخباروں کو دعوت دی گئی؟

باقی جو کچھہ مسلم یونیورسٹی اور ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اور مسلمانوں کے متعلق کہا گیا وہ ایسی "بازاری باتیں" ہیں جنکا جواب دینا بھی ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

جو دھمکیاں مسلمانوں کو دی گئیں وہ مضحکہ خیز تھیں اور انکو پڑھ کر ہنس دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں! افسوس ہے کہ اس تمام شور شار میں ذمہ داری کا لہجہ اور سنجیدگی کی شان بالکل ناپید تھی! ہم حیران ہیں کہ اگر ہندی زبان کے بہی خواہ یہی ہیں جو ہندی زبان کو پروان چڑھانے کا ادارہ رکھتے ہیں تو پھر ہندی کے مخالفین اور دوستوں میں فرق کیا رہا!

"ہوے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسمان کیوں ہو!"
آردو کا حشر جو کچھہ بھی ہو لیکن ہندی کے یہہ نا سمجھہ دوست کہیں ہندی ہی کا خاتمہ نہ کردیں!

ہم بار بار کہتے رہے ہیں کہ ہندی والے ہی ہندی کے دشمن ہیں، آردو والے ہرگز سرکاری زبان کے مخالف نہیں۔ سمیلن میں جیسی جیسی باتیں ارشاد ہوئیں اور جو پھلجڑیاں چھوڑی گئیں اور جسطرح حقیقتوں اور سچائیوں سے انکار کیا گیا آس سے تو یہی معلوم ہوا کہ ہمارا یہہ گمان غلط نہ تھا! خدا ہندی کے ان نادان دوستوں کو عقل سلیم عطا فرمائے

اور ہندستان کے عوام کو انکی بے تکی باتوں کے دھوکہ سے بچائے! ان حضرات کے پاس لمبی زبان ہے، طاقور حلق ہے، عوام کو بہکانے کے کچھ ہتھکنڈے ہیں لیکن نہیں ہے تو عقل و فہم کا توازن اور فکر و نظر کی سنجیدگی! یہہ شے اگر بازار میں بکتی ہوتی تو ہم انہیں لاکر دیدیتے!

ہلکے ہلکے اشارے

--- حیات اللہ انصاری صاحب نے جب اترپردیش کی کونسل میں یہہ شکایت کی کہ اردو زبان کو اسکے وطن سے نکالا جا رہا ہے تو ایک کانگریسی ممبر مسٹر سیتا پتی اپادھیا نے سوال کیا کہ "اردو کون بولتا ہے اور اس زبان کے بولنے والے کہاں رہتے ہیں؟"

--- ہم کیا عرض کریں سوائے اسکے کہ کونسل کے کانگریسی اراکین کو از سر نو مدرسوں میں داخل کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنی ریاست کی تاریخ تو پڑھ لیں --- لیکن اسے کیا کیجئے کہ شاید نئی لکھی ہوئی تاریخ سے بھی اردو زبان کا نام خارج کیا جا چکا ہوگا!

--- عبرت آموز صرف یہہ بات ہے کہ ایسے سوالات آجکل ان حضرات کی طرف سے ہوتے ہیں جنکے نام کے ساتھہ کانگریسی کا دم چھلا لگا ہوا ہے! --- یہہ اترپردیش کی کانگریس ہے!

--- "میری تمنا ہے کہ ہندی یو این او (جمعیتہ اقوام) کی زبان بنے" --- ٹنڈن جی نے فرمایا

--- ہماری تمنا ہے کہ ٹنڈن جی امریکہ کے پریسیڈنٹ ہو جائیں!!

--- ایک صاحب نے ٹنڈن جی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ "دنیا میں ایسی ہی زبردست شخصیتیں ہوئی ہیں جنکا ونچا استھان ہے - ایک مہاراج رام چندر جنہوں نے باپ کے حکم پر راج گدی کو لات ماردی - دوسرے ایڈورڈ ہشتم اور تیسرے راج رشی ٹنڈن جی جنہوں نے کانگریس کی گدی کو ٹھوکر ماردی"

خیر اور تو سب ٹھیک ہے، اگر ٹنڈن جی مہاراج رام چندر جی کی برابر ہیں تو ہم کیوں برا مانیں، لیکن ٹنڈن جی کا جوڑ ایڈورڈ ہشتم سے خوب ملایا گیا! یعنی ہندی زبان بھی گویا مسز سیمسن ہو گئی!! اے کاش معلوم ہو سکتا کہ اپنی یہہ توصیف سنکر راج رشی نے کیا سوچا!!

--- ان ہی نیتا جی نے یہہ خبر دی کہ انہیں ایک لڑکا ملا جو کہتا تھا کہ تین ہزار دستخط کرانے پر آسے دس روپیہ ملتے ہیں اور روزانہ ڈھائی روپیہ کی مزدوری ہو جاتی ہے ---

مگر آسکو علاقائی تحریک سے اتفاق نہ تھا!

--- اب یہہ تو علاقائی تحریک کی کہانی بتائیگی کہ وہ کس بھاو دستخط خریدتی ہے، لیکن اگر نرخ یہی ہے جو ہمارے ایم-ایل-اے صاحب کو معلوم ہوا ہے تو یہہ روزگار انہیں اپنے خالی وقت میں بہت سے ایم-ایل-اے بھی ڈھائی روپیہ روز کما سکتے ہیں!

--- جب نوبت آجائے اس قسم کی رنگ آمیزی تک تو پھر کسی سنجیدہ بحث کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے!

--- "لوگوں کو ہندی کے دو دشمنوں سے خبردار رہنا چاہئے ایک دشمن کو انگریزی سے محبت ہے اور دوسری یو-پی میں اردو کو خطہ واری زبان بنانے کی مہم" --- یہہ فرمایا ٹنڈن جی نے -

--- لیکن راج رشی نے تیسرے اور سب سے بڑے دشمن کا نام ہی نہ لیا - وہ ہندی کے ایسے دوست ہیں جو ہندی زبان کی اچھی خاصی صورت کو مسخ کر رہے ہیں اور ہر وقت چلاتے پھرتے ہیں کہ ہندی خطرے میں ہے - آسکے دشمن آسکی تاک میں ہیں، جو آسے ختم کر دینا چاہتے ہیں -

—— ہمیں ان باتوں پر اس چرواہے کے لڑکے کا قصہ یاد آتا ہے جو جھوٹ موٹ لوگوں کو گھبرا دینے کے لئے پکارا کرتا تھا کہ اوے دوڑو! بھیڑیا آ گیا!!

—— کس قدر مضحکہ خیز ہے یہہ گھبراہٹ کہ ادھر تو ہندی کا کوئی بھی دشمن اور بدخواہ نہیں، لیکن ان دوستوں کو یہہ بھوت ہر طرف نظر آتا ہے!!

—— پنجاب یونیورسٹی کے پنجابی اردو اور فارسی کے امتحانات کے نتائج شائع ہوئے ہیں۔ پنجابی زبان کے امتحانوں میں پاس ہونے والوں کی تعداد ۷۷ ہے اور اردو اور فارسی کے امتحانوں میں کامیاب طلباء کا شمار حسب ذیل ہے:-

ادیب ۴
ادیب عالم ۵
ادیب فاضل ۴۴
منشی فاضل ۱۳
۶۷

کل ۱۴۴ کامیاب طلبا میں تقریباً ۴۷ فی صد اردو اور فارسی کے پڑھنے والے ہیں!

—— ٹنڈن جی کو اپنا زیادہ وقت پنجاب میں صرف کرنا چاہئے!!

—— اتر پردیش کی کونسل میں زبان کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کانگریسی ممبر شری ہرشوا ناتھ نے کہا کہ:-

"اسکولوں میں ان لوگوں کے لئے جو اردو میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اردو کی تعلیم کے لئے تمام ممکنہ اسانیاں فراہم کرنا بہت ضروری ہے۔ ہندی کی حیثیت اردو پڑھانے یا پڑھنے سے ذرا بھی متاثر نہیں ہو سکتی"

—— اتر پردیش میں ابھی بعض کانگریسی ممبر بھی ایسے ہیں جو سچی بات صاف صاف کہہ سکتے ہیں —— لیکن یہہ شاید ان ضعیف ایمان والے لوگوں میں شامل نہیں ہیں جو ٹنڈن جی کو رام چندر جی کا مثل قرار دیتے ہیں اور ایڈورڈ ہشتم سمجھتے ہیں!!

—— کانگریسی رکن مسٹر عبدالشکور نے اتر پردیش کی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"زبانوں کی کثرت کسی ریاست کو نقصان نہیں پہنچا سکتی مجھے افسوس ہے کہ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان سمجھا جاتا ہے اور گورنمنٹ اسکو تسلیم نہیں کرتی۔"

ایک شکایت

بخدمت اڈیٹر صاحب ہماری زبان!

جناب والا کی توجہہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ باوجودیکہ اتر پردیش نے یہہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اپر پرائمری کی تعلیم بچوں کی مادری زبان میں ہی ہونا چاہیئے نیز مڈل یا جونیر ہائی اسکول درجات میں لازمی مضامین ہندی، حساب، علم مجلسی جغرافیہ تاریخ، علم تمدن، اور سائنس کے علاوہ تمام اختیاری مضامین میں بچہ اگر اسکول میں کم از کم بیس طلبا اردو کے ہوں تو اردو لے سکتا ہے اور درجہ میں کسی مضمون کے لئے کم از کم پانچ طلباء ایک ہی مضمون کے ہونے لازمی ہیں

لیکن افسوس ہے کہ اس کھلے ہوئے حکم کے باوجود بھی اسکی پابندی نہیں کی جا رہی ہے۔ دھام پور میونسپلٹی نے اردو کی تعلیم سرے ہی سے بند کر رکھی ہے۔ اور فری اسکول مڈل اسکول لازمی تعلیم کے اسکولوں میں سے کسی میں بھی اردو لینے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی حال۔ کے۔ ام۔ ہائر سکنڈری اسکول کا ہے۔ ایک درخواست اس مطلب کی جناب شوآنند صاحب پرنسپل۔ کے۔ ام ہائر سکنڈری اسکول دھام پور کو دی گئی تھی موصوف نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور آج تک اردو کو جاری نہیں کیا۔ ہم جناب سے پوچھتے ہیں کہ ہندستانی حق شہریت میں جو تعلیم اور زبان کی آزادی شامل ہے تو کیا اسکا مطلب یہی ہے کہ بچوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی مادری زبان کو ترک کرکے دوسرے مضمونوں میں امتحان دیں؟ ہم ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے اپکو توجہ دلاتے ہیں کہ ہمارے حق شہریت غصب ہو رہے ہیں ہماری مدد کیجئے

ہم ششماہی امتحان کے وہ نتیجے تسلیم نہیں کرتے جن میں جبراً دوسرے ایک دو مضمون پڑھا کر فرضی خانہ پری کر دی گئی ہے اس کی تحقیقات ضروری ہے بوقت تحقیقات بچوں کے وارثوں کو بلایا جائے کیونکہ بچے کم عقل ہوتے ہیں اور ڈر ہے کہ انہیں ڈرا دھمکا کر ہموار نہ کر لیا جائے۔

[اُردو داں طبقہ دھام پور ضلع بجنور]

اتر پردیش ہندی ساہتیہ سمیلن

سمیلن کا اجلاس اس دفعہ علی گڈھ میں ہوا تھا۔ مقامی معاصر جمہور کے صفحات سے ہم سمیلن کے متعلق اسکے خاص نامہ نگار کے بیان کا ضروری اقتباس نقل کرتے ہیں۔

شنکر نگر پنڈال میں جو ٹیکارام کراس کالج علی گڈھ کے احاطہ میں بنایا گیا تھا ساڑھے تین بجے شام ہندی ساتھہ سمیلن کا اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر بابو رام سکسینہ صدر شعبہ ہندی الہ آباد یونیورسٹی منعقد ہوا اجلاس میں باہر سے شامل ہونے والوں میں ذیل کے حضرات کے نام قابل ذکر ہیں۔

راج رشی شری پرشوتم داس ٹنڈن۔ پنڈت ہری شنکر شرما ہیرالال کھنا جی۔ بابا راگھو داس جی۔ اوشے نرائن تیواڑی وغیرہ۔

آج کے اجلاس میں شری کے۔ایم۔منشی گورنر یو۔پی کی شرکت کی وجہ سے لوگ سمیلن میں شریک ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ حامیان ہندی کا کہنا ہے کہ پنڈال میں پانچ ہزار لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ استقبالیہ کمیٹی کے پردھان شری نواب سنگھہ چوہان ایم۔پی تھے۔ کارکنان سمیلن کے رویہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سمیلن میں عام طور پر مسلمانوں کی شرکت پسند نہیں کرتے تھے پھر بھی "راج رشی" مسلمانوں ہی سے شاکی ہیں کہ وہ اس اجلاس میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔

استقبالیہ کمیٹی کے صدر ہونے کی حیثیت سے ٹھاکر نواب سنگھہ صاحب چوہان نے اپنا چھپا ہوا خطبہ پڑھا۔ آپ نے علی گڈھ کی تاریخ بتاتے ہوئے زبان کے مسئلہ پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا آپ نے کہا کہ ہندی ہی ایک ایسی بھاشا ہے جو بھارت کے ہر ایک صوبہ کو ہی نہ صرف ایکتا کے ڈورے میں باندھے گی بلکہ دوسرے صوبہ والوں کا یہہ فرض ہے کہ ہندی کی قوت و طاقت کا پورا پورا استعمال (آپ یوگ) کریں۔ اور اسے سارے ملک کی زبان بنانے میں دلی مدد دیں۔

علاقائی زبان ساتھہ ہی ساتھہ آردو کو علاقائی زبان بنانے کی بھی تحریک چل رہی ہے دیش کی جن پارٹیوں اور ذہنیت کی وجہ سے پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے وہی پارٹیاں اور ذہنیتیں آردو کو علاقائی زبان بنوانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس زبان کو علاقائی زبان بنوانے کی کوشش کرنا لسانی نقطہ نظر سے ہی غلط نہیں ہے بلکہ ناقابل عمل بھی ہے۔ ہند بھومی میں پروان چڑھنے کے بعد اس زمین کی عوامی زبان ہونے کا دعوی ایسا ہی ہے جیسے کسی آم کی چھال پر جم کر اور بڑھکر پیپل اپنے کو اصل جگہ کا درخت کہلانے کے لئے ہٹ دھرمی کرے۔ آردو زبان کو مغل اور برٹش کے زمانے میں حکومت کا سہارا ملتا رہا ہے اور عدالتوں میں اسے جگہ بھی دی گئی۔ لیکن اس کا عوام کی زبان پر اثر نہ پڑ سکا جیسے صاف بہتے ہوئے چشمہ کو گندگی کے ڈھیر میلا نہیں کر پاتے عوامی زبان کی پاک نرملا کھنڈ روپ میں پہلے کی طرح اب بھی بہہ رہی ہے، مسلمانوں کی آمد کے وقت سے ہی شمالی ہندوستان کی زبان ہندی رہی۔ یہاں پر مختلف مذاہب اور مختلف فرقوں کے لوگ ہندی زبان میں ہی اپنی زندگی کا سارا کاروبار کرتے رہے ہیں اور اسے اپنے اعلی جذبات اور خیالات کا اظہار کا ذریعہ بھی بناتے رہے ہیں، آپ نے اس موقعہ پر پرانے اور موجودہ دور سے آن مسلمانوں کے کاموں کا ذکر فرمایا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جو لوگ مذہب کی بنیاد پر آردو کو ہندی جنتا کی زبان

ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ دھول پھینک کر سورج کو چھپانا چاہتے ہیں۔ علی گڈھ کا دیہاتی مسلمان وہی زبان بولتا ہے اور وہی نغمہ الاپتا ہے جنہیں ہندو جنتا گاتی ہے' ساری جنتا میں اردو جیسی کوئی زبان رائج نہیں ہے اس لئے اردو کو علاقائی زبان بنائے جانے کی کوشش کرنے والوں کو سائنٹفک طریقہ سے سوچنا چاہئے۔

گورنر | صدر استقبالیہ کے بعد صوبے کے گورنر شری کے ایم منشی نے سمیلن کا افتتاح فرمایا سمیلن کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اب سے پہلے ہم ہندی کو ملکی زبان قرار دیئے جانے کا پرچار کر رہے تھے۔ اور اس کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اب ہمیں اپنے تبلیغی کام کا رخ بدلنا پڑے گا۔ ہندی ملکی زبان قرار دی جا چکی ہے لیکن اس حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اب سے پہلے ہم غیر ہندی زبان والے صوبوں میں ہندی کی اشاعت کرتے تھے۔ اب ہمیں ہندی کو پروان چڑھانا اور آگے ترقی دینا چاہیئے۔ آپ نے یوپی کی یونیورسٹیوں میں سنسکرت کے امتحان کے ساتھ کی جانے والی بے توجہی کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مذمت کی۔ آپ نے غیر ہندی زبان والے صوبوں کی یونیورسٹیوں میں صوبائی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کی کوشش کو ملک کے لئے مہلک بتایا اور ان کے لسانی تعصب پر نفرت کا اظہار کیا۔ آپ نے ہندی کو انگریزی کی جگہ دینے کے لئے لوگوں کو جدوجہد کرنے کی تلقین کی۔

صدر | آپ کے بعد صدر اجلاس نے تقریر کی۔ تقریر کرتے ہوئے ہندی کے خلاف کام کرنے والی جماعتوں کی مذمت کی اور ان کی کوششوں سے مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔

راج رشی | آپ کے بعد راج رشی شری پرشوتم داس ٹنڈن نے تقریر فرمائی۔ آپ نے تقریر فرماتے ہوئے کہا کہ جہاں ہندی ہے وہاں میرا ہردے (دل) رہتا ہے اور واقعتاً ہندی بھارت کی زبان ہے جس کے بغیر وہ گونگا ہے۔ ہمیں ایک نہیں دس پرائم منسٹروں سے بھی مورچہ لینا پڑے ہم ہمت نہیں ہاریں گے۔ میں پارلیمنٹ میں گیا ہی اس لئے ہوں کہ ہندی کے سوال کو حل کرا سکوں۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب وائس چانسلر پر ناروا اور بے حقیقت حملہ کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کے خیالات قومی کہے جاتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ پچھلے دنوں لکھنؤ میں اس کانفرنس کی صدارت کیسے کی جس میں کہ اردو کو علاقائی زبان بنانے کی تجویز منظور کی گئی۔ آج جب کہ ہندی کو ملکی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے اب یہ راستہ دیش بھکتوں کا نہیں سمجھا جا سکتا۔

شکایت | میں دیکھ رہا ہوں کہ اس سمیلن میں ایک بھی مسلمان نے حصہ نہیں لیا اس سے ان کی ذہنیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ علی گڈھ یونیورسٹی مسٹر جناح اور لیگیوں کا گڑھ رہی ہے اور آج بھی وہیں سے اس قسم کی تحریک اٹھائی جانے لگی ہے۔ ہمیں بھی سمیلن کی منڈلی کیمپ بنا کر مخالفت میں جٹ جانا چاہیئے اور مستقبل میں ووٹ حامیان ہندی کو ہی دینا چاہیئے۔ آخر میں آپ نے علی گڈھ سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی کتاب شایع کرے جو ایم۔اے میں پڑھائی جا سکے۔ آپ نے کہا کہ ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور میری تو یہ تمنا ہے کہ ہندی یو۔این۔او کی زبان بنے۔

۱۸ فروری

آج ہندی ساہتیہ سمیلن کا اجلاس ڈاکٹر بابو رام سکسینہ کی صدارت میں ۲ بجے بعد شروع ہوا۔ آج کا اجلاس کل کے مقابلہ میں بالکل ہی پھیکا معلوم ہو رہا تھا۔ اور حاضرین کی تعداد افسوس ناک حد تک کم تھی

اس موقعہ پر دو تجاویز کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا۔ اس تجویز میں ہندی پریمیوں سے پرارتھنا کی گئی تھی کہ وہ دوسری زبان بھی تیزی سے سیکھیں۔ اس تجویز کو شری ہیرالال کھنا ی نے پیش کیا۔ آپ نے محرک کی حیثیت سے لوگوں سے زوردار لفظوں میں اپیل کی کہ ہندی کے ساتھ دوسری زبان سیکھیں اور فرمایا کہ ہمیں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ ہندی کی مخالفت بڑھنے نہ پائے۔ آپ نے مہاراشٹر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہندی کی پچھلے برسوں اتنی مخالفت نہیں تھی جتنی آج کل وہاں ہو رہی ہے۔

اردو آپ نے اردو کا ذکر کرتے ہوئے کہا اس زبان سے دشمنی نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ اس کا سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ آپ نے کہا کہ حامیان اردو کو اپنی بات سمجھانی چاہیئے۔ آپ نے اس سلسلہ میں اس وفد کا ذکر بھی کیا جو آج جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان اور پروفیسر حبیب سے ملا تھا۔ تجویز کی تائید پنڈت ہری شنکر شرما جی نے کی۔

دوسری تجویز جس کے متعلق صدر نے فرمایا کہ یہ بہت ہی اہم تجویز ہے وہ اردو کو علاقائی زبان بنائے جانے کی تحریک کی مخالفت میں تھی۔

باباجی اس تجویز کو بابا راگھوداس نے پیش کیا۔ تجویز میں حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ اردو کو چھیتر بھاشا سوئیکار نہ کیا جائے یعنی علاقائی زبان تسلیم نہ کیا جائے۔ تجویز میں جونپور والی تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے صوبہ کانگریس کمیٹی کی تجویز جو اردو کو علاقائی زبان بنائے جانے کی مخالفت میں ہے دہراتے ہوئے اس کو ارتھک بدھائی دی گئی۔

آپ نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ پرستاؤ آپ کے سامنے ہے آپ نے فرمایا کہ جس بھاشا کا کوئی استھان نہیں تھا اس کو انگریزوں کی حمایت سے عدالت کی زبان مانا گیا۔ اور آج جبکہ راشٹر کی زبان ہندی ہے تو بھی اردو کا سوال پیدا کیا جا رہا ہے یہ دیش کی دردھی کی باتیں ہیں۔ آپ نے حکومت سے شکایت کی کہ ابھی تک سارا کام ہندی میں نہیں ہو رہا ہے۔ آپ نے زوردار لفظ بولتے ہوئے کہا کہ حال ہی میں اطراف لکھنؤ میں جہاں ہیں کی گئی تو معلوم ہوا کہ شہر میں ۱۴ زبانیں بولی جاتی ہیں اور اس میں تھوڑی تعداد کے سوا کوئی اردو جانتا بھی نہیں۔ اس لئے ہمیں پورے طور سے تیار رہنا چاہیئے کہ اردو کسی صورت بھی چھیتر بھاشا نہ بن سکے اور اس کو کسی قیمت پر چھیتر بھاشا نہ بننے دیا جائے۔

دفن کفن شری سرجو پرشاد مصرا ایم۔ پی (نام غالباً یہی ہے) نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ سوال یہ آٹھتا ہے کہ اردو کس چھیتر کی بھاشا ہے کیا اردو اس ضلع کی ہے۔ اگر اس کا اتر (جواب) نہیں ہے تو دعوی کتنا جھوٹا ہے۔ آپ نے آگے فرمایا کہ یہ لوگ اردو بھاشا کو کس سے منوانا چاہتے ہیں۔ گورنمنٹ یہ جنتا سے نہیں۔ اور جنتا کے سامنے ہمت نہیں پڑتی۔ آپ نے کہا کہ ہندوستان کے ٹکڑے ہو گئے لاکھوں اجڑے اسی بھاؤنا کو پھر سے یہ لوگ لانا چاہتے ہیں تو کیا ہوگا وہی جو پہلے ہو چکا ہے ہم اس بھاؤنا کو اس طرح دفنائیں گے کہ وہ پھر آبھر نہ سکے۔ علی گڈھ کی جنتا سنکلپ ہے۔ اس بھاونا کو آج ہی دفنا دیا جائے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ہندی میں خامی ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ملک کے لئے نقصان پہونچانے والی ہے۔

شری ہیرالال کھنا نے بھی اس تجویز کی تائید کی۔ آپ نے کہا کہ نہایت شانتی کے ساتھ ہمیں کوشش کرنا چاہیئے کہ اردو علاقائی زبان نہ بن سکے۔ کیونکہ اردو کا مرکز دہلی ہے اور ہندی کا الہ آباد اور بنارس۔

خبردار! اندری پرشاد مصر ایم-ایل اے نے تائید کرتے ہوئے نہایت اشتعال انگیز تقریر کی۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "پاکستان علی گڑھ کے مسلمانوں کی وجہ سے بنا اور یہیں کے مسلمان آواز اٹھا رہے ہیں کہ اردو علاقائی زبان ہونی چاہیئے۔ ہم اُن سے کہتے ہیں کہ ٹھیک سے رہو اور تم ایسا نہیں کروگے تو تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو تمہیں پاکستان چلا جانا ہوگا یا تمہارے ناگرک حق (شہری حقوق) چھین لئے جائیں گے۔

دیش کے ساتھ بھید نہیں ہونا چاہیئے

آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگر اس وقت مسلمانوں کی یہہ بات مان لی جائے تو پھر یہہ کہیں گے کہ ہمارا علاقہ علیحدہ ہونا چاہیئے۔ .... اور یہیں بڑھتے بڑھتے اور بھی باتیں کرنے لگیں گے۔

آپ بیتی! شری سیتا رام شکل ایم-ایل اے نے تائید میں بولتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو ہندی پڑھنے سے نفرت ہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اردو کو علاقائی زبان بنائے جانے کی دوڑ دھوپ کر رکھی ہے اور لوگوں کو روپیہ کا لالچ دے کر یہہ کام کرایا جاتا ہے میں نے ایک لڑکے کو فارم اور ایک پیڈ لئے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں دستخط کرائی کا کیا ملتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ تین ہزار دستخط کرانے پر دس روپیے مل جاتے ہیں۔ اور روزانہ دو ڈھائی روپیہ کی مزدوری ہوجاتی ہے میں نے کہا کہ تم اس کام سے متفق ہو تو اس نے اس سے انکار کیا یہہ تو ان کی اس تحریک کا حال ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ ہمارا کلچر بگاڑا جارہا ہے اور شکایت کرتے ہیں کہ کانگریس نے وعدہ کیا تھا کہ اردو اور ہندی دونوں زبانیں ہوں گی۔ یہہ اُن کی غلط فہمی ہے ابھی جناب ملک بٹ چکا ہے۔ غلط باتیں پھاڑ کر پھینک دی گئیں اور راست اور ٹھیک باتیں اختیار کرلی گئیں۔ ہندی میں خوبی ہے اس لئے اسے اختیار کیا گیا۔

نفرت! لوگ یہہ بھی کہتے ہیں کہ ہندی سے ہمیں نفرت نہیں حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ انہیں ہندی سے نفرت ہے۔ میں اُن سے کہتا ہوں کہ صاف صاف کہو کہ ہمیں ہندی سے نفرت ہے۔ آپ نے حکومت کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کے پاس ابھی ایک زبان پڑھانے کے لئے پورے طور پر پیسے نہیں تو دو زبانوں کو پڑھانے کے لئے پیسہ کہاں سے لائے۔

قانون بدلو! آپ نے فرمایا کہ حامیانِ اردو کہتے ہیں کہ ہم اپنے حق کو منوانے کے لئے سپریم کورٹ سے طے کرائیں گے۔ آپ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ زمیندار بھی قانون قانون پکارتے تھے لیکن کیا ہوا۔ لوک سبھا نے آناً فاناً قانون بدل دیا اور زمیندار کچھہ نہ کرسکے۔ ہندی کی بھلائی کے لئے قانون میں بھی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ آپ نے کہا کہ ہندی پریموں کو گھبرانا نہیں چاہیئے ٹنڈن جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:-

ہمارا لیڈر! ہمارا لیڈر ہمارے ساتھہ ہے۔

آپ نے ٹنڈن جی کی بیجا خوشامد کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں تین ہی زبردست شخصیتیں ہوئی ہیں۔ جن کا اونچا استھان ہے۔ ایک مہاراج رام چندر جنہوں نے باپ کے حکم پر راج گدی کو لات ماردی۔ دوسرے ایڈورڈ ہشتم اور تیسرے راج رشی ٹنڈن جی جنہوں نے کانگریس کی گدی کو ٹھوکر ماردی اور کروروں کے دل حاصل کرلیں۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ وہ دن دور نہیں کہ ہندوؤں کے ساتھہ مسلمان بھی ٹنڈن جی کے ساتھہ ہوں گے۔

شب میں سمیلن کی طرف سے تمثیلی ہندی مشاعرہ کا اعلان کیا تھا۔ لیکن ہڑبونگ کی بنا پر کارکنان کو یہہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

انجمن کی خبریں

لکھنؤ | ہائی اسکول کے ایک پرائیوٹ امیدوار نے ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ کے سکریٹری کو ایک خط لکھا تھا جس میں ان سے دریافت کیا تھا کہ وہ ہائی اسکول کے امتحانوں میں پرچوں کے جوابات آردو میں دے سکتے ہیں یا نہیں۔

اس خط کے جواب میں انہیں سکریٹری کی طرف سے اڈیشنل ڈپٹی سکریٹری مسٹر آر۔ کے گپتا کا دستخط شدہ جواب (نمبر Std/ B مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۵۳ ع موصول ہوا ہے جس میں ان کو بتایا گیا ہے کہ جن طلبا کی مادری زبان ہندی نہیں ہے وہ ہائی اسکول کے سنہ ۱۹۵۳ ع کے امتحان میں زبان کے پرچوں کو چھوڑ کر اور تمام پرچوں کے جواب انگریزی یا آردو میں لکھ سکتے ہیں۔

لکھنؤ

لکھنؤ ۲۰ فروری ہندی ساہتیہ سمیلن علی گڈھ میں پاس شدہ آردو علاقائی زبان تحریک کی مخالف تجویز کے متعلق مسٹر ست نرائن شرشت سابق سکریٹری ہری جن سماج یو۔پی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ "آردو علاقائی زبان تحریک کو فرقہ پرست وغیر واجب قرار دینا اور ساتھ ہی گاندھی جی کے اصولوں کی علمبرداری ہاتھی کے دانتوں والی کہاوت کے مطابق بناوٹی سیاسی فریب ہے۔ آردو مشترکہ سماجی تہذیب کی صدیوں پرانی قومی وراثت ہے۔ محض پاکستان دشمن نظریہ کے تحت صدیوں پرانی قومی وراثت کو خود اپنے ہاتھوں تباہ کرنا سیاسی نادانی ہے۔ آردو علاقائی زبان تحریک کی مخالفت اس پر فرقہ پرستی کا الزام اور آردو کے رسم خط کو دیوناگری میں تبدیل کرنے کا مشورہ اقلیت کشی فرقہ پرست نظریہ ہے"۔

ہندی ساہتیہ سمیلن کے سالانہ اجلاس علی گڈھ میں آردو علاقائی زبان تحریک کے متعلق پولیٹیکل کانگریس اجلاس بنارس کی تجویز کی حمایت کی گئی ہے بنارس کے صوبائی کانگریس اجلاس میں آردو علاقائی زبان تحریک کو فرقہ پرست، غیر واجب مطالبہ قرار دیا گیا تھا۔

آردو علاقائی زبان تحریک کو فرقہ پرست قرار دینے میں جن سنگھ، ہندو سبھا، رام راجیہ پریشد اور ہندی ساہتیہ سمیلن ہم خیال ہیں۔ آردو کی مخالفت کا پس منظر سرمایہ داری برہمن پنتھی اقتدار شاہی مفاد پرست نظریات کی حمایت ہے۔ زبان، مذہب اور تہذیب کو سیاسی منافرت کا ذریعہ بنانے والے محنت کش طبقہ کے دشمن ہیں۔

لکھنؤ

اترپردیش کی کونسل میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر حیات اللہ انصاری نے کہا کہ:-

"حکومت آردو زبان کو اس کے وطن سے نکال دینا چاہتی ہے۔ قلم کی ایک گردش سے اس نے مدرسوں میں ہزارہا طالبعلموں کی مادری زبان کو بدل دیا ہے۔ حتی کہ ان علاقوں میں جہاں سو فی صدی آبادی اپنے بچوں کو آردو میں تعلیم دینا چاہتی تھی اس کو ایسا کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ علاوہ بریں چونکہ حکومت نے ابتدائی درجوں کے لئے نصابی کتابوں کے شائع کرنے کی اجارہ داری لے رکھی ہے اس لئے آردو کی کتابیں شایع ہی نہیں ہوئیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ لوگ آردو کو ہندی کا رقیب کیوں سمجھتے ہیں جبکہ وہ گجراتی، بنگالی، تامل اور دوسری علاقائی زبانوں کو ہندی کا رقیب نہیں سمجھتے۔

جو لوگ آردو کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں وہ اتنے احمق نہیں ہیں کہ ہندی کو نظرانداز کردیں اور آپ تہذیب کے سرمایہ کو برباد کر کے ترقی نہیں کرسکتے۔ ...."

نئی مطبوعات

"دست صبا"

[فیض احمد فیض (اسیر غلامان فرهنگ) کے تازہ کلام کا مجموعہ ہے جسے قومی دارالاشاعت لاہور نے شایع کیا ہے۔]

فیض نے سنٹرل جیل حیدرآباد سندھ میں بیٹھ کر اس کتابچہ پر ایک مختصر سا مقدمہ لکھا ہے جسمیں وہ فن اور شاعری کے متعلق اپنے نظریہ کو غالب کے اشاروں میں اس طرح بیان کرتے ہیں:-

"ایک زمانہ ہوا جب غالب نے لکھا تھا کہ جو آنکھ قطرہ میں دجلہ نہیں دیکھ سکتی وہ دیدہ بینا نہیں بچوں کا کھیل ہے۔ اگر غالب ہمارے ہم عصر ہوتے تو غالباً کوئی نہ کوئی ناقد ضرور پکار اٹھتا کہ غالب نے بچوں کے کھیل کی توہین کی ہے۔ یا یہہ کہ غالب ادب میں پروپیگنڈے کے حامی معلوم ہوتے ہیں۔ شاعر کا آنکھ کو قطرے میں دجلہ دیکھنے کی تلقین کرنا صریح پروپیگنڈہ ہے۔ اس آنکھ کو تو محض حسن سے غرض ہے اور حسن اگر قطرے میں دکھائی دے جائے تو وہ قطرہ دجلہ کا ہو یا گلی کی بدرو کا شاعر کو اس سے کیا سروکار، یہہ دجلہ دیکھنا دکھانا حکیم فلسفی یا سیاست داں کا کام ہوگا شاعر کا کام نہیں۔

اگر ان حضرات کا کہنا صحیح ہوتا تو ابروے شیوہ اہل ہنر رہتی یا جاتی، اہل ہنر کا کام یقیناً بہت سہل ہو جاتا۔ لیکن خوش قسمتی یا بد قسمتی ہے فن سخن (یا کوئی اور فن) بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اسکے لئے تو غالب کا دیدہ بینا بھی کافی نہیں۔ اس لئے کافی نہیں کہ شاعر یا ادیب کو قطرہ میں دجلہ دیکھنا ہی نہیں دکھانا بھی ہوتا ہے۔ مزید براں اگر غالب کے دجلہ سے زندگی اور موجودات کا نظام مراد لیا جائے تو ادیب خود بھی اسی دجلہ کا ایک قطرہ ہے۔ اس کے معنی یہہ نہیں کہ دوسرے ان گنت قطروں سے مل کر اس دریا کے رخ اس کے بہاؤ اس کی ہیبت اور اس کی منزل کے تعین کی ذمہ داری بھی ادیب کے سر آن پڑتی ہے۔

یوں کہئے کہ شاعر کا کام محض مشاہدہ ہی نہیں، مجاہدہ بھی اس پر فرض ہے۔ گردوپیش کے مضطرب قطروں میں زندگی کے دجلہ کا مشاہدہ اس کی بینائی پر منحصر ہے۔ اور اسے دوسروں کو دکھانا اس کی فنی دسترس پر۔ اس کے بہاؤ میں دخل انداز ہونا اس کے شوق کی صلاحیت اور لہو کی حرارت پر۔

یہہ تینوں مسلسل کاوش اور جد و جہد چاہتے ہیں۔"

اس سو صفحہ کے کتابچہ میں فیض کا وہ کلام بھی شامل ہے جس نے زندان حیدرآباد کی بلا کوشی کے درمیان جنم لیا۔ یہہ اوراق شروع ہی اس قطعہ سے ہوتے ہیں کہ

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون دل میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھدی ہے
ہر ایک حلقہ زنجیر میں زباں میں نے!

فیض کا انداز بیان تغزل میں رچا ہوا ہے لیکن انہوں نے تغزل کو زندگی کے حقائق سے قریب لانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے ہماری ترقی پسند جماعت کے چند ہی غزل گو شعرا ایسے ہیں۔ جو انداز بیان میں اس قدر کامیاب رہے ہیں اگر فیض کی شاعری کے پس منظر کو نظر انداز نہ کیا جائے تو آن کی غزل کے ہر شعر میں ہمیں آن کے اشاروں کے سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی۔

جنوں میں جتنی بھی گذری بکار گذری ہے
اگرچہ دل پہ خرابی ہزار گذری ہے
وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات آن کو بہت ناگوار گذری ہے

کون ہے جو فیض کو جانتا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں - وہ خود بھی اپنی آواز سننے والوں کے فہم رسا پر بھروسہ کرتے ہیں -

عجز اہل ستم کی بات کرو
عشق کے دم قدم کی بات کرو
جان جاؤ نگے جاننے والے
فیض فرہاد و جم کی بات کرو!

نذر سودا کے عنوان سے کہتے ہیں کہ:-

فکر دلداری گلزار کروں یا نہ کروں
ذکر مرغان گرفتار کروں یا نہ کروں
جانے کس رنگ میں تفسیر کریں اہل ہوس
مدح زلف ولب و رخسار کروں یا نہ کروں

اور اسی "مدح زلف و رخ و رخسار" میں وہ سب کچھ کہہ جاتے ہیں جو انہیں کہنا ہے - یہی تغزل نقیب انقلاب ہوتا ہے اور نظم سے زیادہ اس تغزل کے ترنم میں انقلاب کی بجلیاں چمکتی ہیں -

کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ ترقی پسند ادب کی محفلوں میں تغزل کو ہوائی شاعری کا دوسرا درجہ دیا جاتا تھا، لیکن فیض جیسے باکمالوں نے اس نظریہ کو رد کرکے دکھا دیا اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ترقی پسند ادب کے رجحانات اب غزل کی طرف زیادہ ہوتے جاتے ہیں - بقول فیض :-

ہم نے جو طرز فغاں کی ہے قفس میں ایجاد
فیض گلشن میں وہی طرز بیاں ٹھہری ہے -

"دست صبا" شاعر کی ان صلاحیتوں کا ایک بے پناہ مظاہرہ ہے جو زندان بلا میں زیادہ اجاگر ہوتی ہیں اور جو مشکلات ہی سے زندگی کی قوت حاصل کرتی ہیں - غالب نے پاؤں کے آبلوں سے گھبرا کر کہا تھا کہ :-

دل خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھکر

فیض بھی زندگی کی کشاکش میں اپنے درد کا علاج ایک سعی پیہم کو سمجھتے ہیں -

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہینگے
جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہینگے
منظور یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہینگے
ایک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
ایک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہینگے

اس زمانہ میں جب کہ فیض ہماری نظروں سے دور ہیں قومی دارالاشاعت لاہور کا یہ ہدیہ فکر و نظر کا ایک سرمایہ ہے جس کی ہمیں یقین ہے کہ ارباب بصیرت قدر کرینگے -

---

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا -